JAHAN E TAHQEEQ
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.3, 2024

خطباتِ اقبال کا اردو ترجمہ "مذہبی افکار کی تعمیرِ نو" از شریف کنجاہی (تحقیقی و تنقیدی جائزہ)

Urdu translation of Iqbal's sermon "Mazhabi Afkar ki Tameer-e-Nau" by Sharif Kunjahi (Research and Critical Analysis)

سعدیہ رضی

پی۔ایچ۔ڈی سکالر، شعبہ اردو، بہاء الدین زکریا یونیورسٹی ملتان

ڈاکٹر محمد آصف

ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ اردو، بہاء الدین زکریا یونیورسٹی ملتان

Abstract:

"Iqbal's English sermons, published in 1930, play a vital role in reshaping Islamic philosophy. His unique blend of ideas has yet to be matched. Iqbal's work masterfully addresses core issues in Islamic research and modern philosophy, presenting solid arguments that remain unparalleled. Since the creation of Pakistan, four regular Urdu translations of the book have been presented. However, Nazeer Niazi's translation work was regarded difficult due to his complex language and intricate terminology which left the need of new translations. Following Sharif Kunjahi's 1977 Punjabi translation, he again took on the task, producing a 1992 Urdu translation titled "Mazhabi Afkar ki Tameer-e-Nau". Moreover, Iqbal's deep philosophical English discourses still require translation in to accessible language for broader understanding. While Sharif Kunjahi's Urdu work is commendable, it could not escape influence of his native Punjabi language and lacks precision in translating Quranic verses, and Persian references, limiting its appreciation. Nevertheless, Kunjahi's work remains engaging, showcasing a unique blend of Punjabi and Urdu styles reflective of his temperament."

Key aspects include: Allama Iqbal, Modern philosophy, Islamic philosophy, English sermons, Urdu Translations, Sharif Kunjahi, "Mazhabi Afkar ki Tameer-e-Nau", New style, Punjabi influence, Research and critical analysis.

1930ء میں شائع ہونے والے اقبال کے انگریزی خطبات کو فکرِ اسلامی کی تشکیلِ نو میں اساس کا درجہ حاصل ہے۔ دورِ حاضر کے مسلم فکری سرمائے میں ابھی تک کوئی کتاب اس کے مقابلے میں پیش نہیں کی جا سکی۔ اسلامی فکری تحقیقات اور جدید فکری مسائل کو جس خوبصورت اور مدلل انداز میں خطبات میں پیش کیا گیا وہ اپنی مثال آپ ہے۔ پاکستان بننے کے بعد اب تک اس کتاب کے باقاعدہ چار اردو تراجم پیش کیے جا چکے ہیں۔ نذیر نیازی صاحب کے ترجمے کو اصطلاحی و لسانی اعتبار سے مشکل قرار دیتے ہوئے مزید تراجم کی اہمیت کو اجاگر کیا جاتا رہا ہے۔ اسی ضرورت کے پیشِ نظر 1992ء میں شریف کنجاہی نے جو اس سے قبل 1977ء میں خطبات کا پنجابی ترجمہ کر چکے تھے۔ خطبات کا اردو ترجمہ "مذہبی افکار کی تعمیرِ نو" کے عنوان سے کیا۔ شریف کنجاہی کا ترجمہ خطباتِ اقبال (انگریزی) کی تفہیم کے ضمن میں اٹھایا جانے والا ایک اہم قدم ضرور ہے مگر لسانی و اصطلاحی اعتبار سے یہ ترجمہ پنجابی ترجمہ کے اثرات سے اپنا دامن نہیں بچا سکا۔ اس کے علاوہ قرآنی آیات کے حوالہ جات میں اور فارسی اشعار کے تراجم میں بھی بے احتیاطی کا رویہ نمایاں نظر آتا ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ یہ ترجمہ اردو تراجم کی ذیل میں بے اعتنائی کا شکار ہو گیا۔ قطع نظر اردو ترجمہ کے شریف کنجاہی کا ترجمہ اپنے پنجابی زبان و اسلوب کے ساتھ زبان کے ایک نئے انداز و آہنگ کا مزہ دیتا ہے۔ جو کہ شریف کنجاہی کی سائیکی کا ایک اہم جز ہے۔

کلیدی الفاظ: علامہ اقبال۔ جدید فلسفہ۔ اسلامی فلسفہ۔ انگریزی خطبات۔ اردو تراجم۔ شریف کنجاہی۔ "مذہبی افکار کی تعمیرِ نو۔ پنجابی اثرات۔ نیا انداز و آہنگ۔ تحقیقی و تنقیدی جائزہ۔

دنیا کا ہر وہ خطہ جہاں انسان نے قدم رکھا اس کی تہذیب و ثقافت، آب و ہوا اور جغرافیائی حالات نے انسان کو ہر لحاظ سے متاثر کیا وہاں زبان بھی ان کے اثرات سے محفوظ نہ رہ سکی اور دنیا میں بے شمار زبانیں اور ان میں نئے نئے علوم پیدا ہوئے جن پر تمام نوعِ انسانی برابر کا حق رکھتے ہیں۔(1) علم و عرفان کے ان سرچشموں تک رسائی کے لیے الگ الگ زبانیں سیکھنا ممکن نہیں البتہ اسے اپنی زبان میں منتقل کر کے اس سے استفادہ کیا جا سکتا ہے اس مقصد کے لیے انسانوں نے ترجمے کے علم کو فروغ دیا لہذا ترجمے کی اہمیت سے انکار

نہیں کیا جاسکتا۔(2) فورٹ ولیم کالج کی بدولت لسانی سطح پر اردو زبان کے آغاز وارتقاء میں ہی ترجمہ کا خمیر پیدا ہو گیا ابتدائی سطح پر جب زبان میں اظہار کی صلاحیت پیدا ہو گئی تو مختلف اصنافِ سخن کو فارسی سے اردو میں جوں کا توں منتقل کر لیا گیا اس کا فائدہ یہ ہوا کہ ترجمے میں منتقلی کے دوران تصرفات کا عمل زبان کو تخلیق کے مرحلے میں لے گیا۔(3)

گویا تخلیق کے مقابلے میں ترجماتی ادب کہیں زیادہ معتبر اور قابلِ قدر رہا۔ ہندوستان میں اکبر کے زمانے تک عربی ہی کو اہمیت حاصل رہی بعد ازاں فارسی کا رواج ہوا اور اسی کے زیرِ سایہ مقامی بولیوں کے توسط سے اردو کا جنم اور تربیت ہوئی تاریخ ادبیاتِ ایران میں ڈاکٹر ای جی براؤن کہتے ہیں: فارسی زبان کی پوری تربیت عربی کے زیرِ سایہ ہوئی(4) اور فارسی نے اردو کی تربیت کی۔ کوئی بھی قوم علم وفن میں ترقی کے لیے علمی زبانوں کے تراجم سے اپنی زبان کو متمتع کرتی ہے۔

"مذہبی افکار کی تعمیر نو" شریف کنجاہی کا کیا گیا یہ اردو ترجمہ علمی زبان کے ترجمے کی اسی روایت کی ایک کڑی ہے۔ شریف کنجاہی صاحب ترقی پسند تحریک سے وابستہ کلاسیکل رچاؤ رکھنے والی وہ علمی وادبی شخصیت ہیں جو کسی تعارف کی محتاج نہیں پنجابی ادب کے حوالے سے ان کی خدمات قابلِ ستائش ہیں۔ ان کی ہمہ جہت شخصیت میں شاعری، نثر نگاری، تحقیق وتنقید، لسانیات اور ترجمے سبھی کچھ شامل ہیں۔ (5) ترجمے کی ذیل میں کنجاہی صاحب نے اقبال کی تین کتابوں علم الاقتصاد، خطباتِ اقبال (انگریزی) اور جاوید نامہ کو پنجابی ترجمے کے قالب میں ڈھالا۔ اس کے علاوہ انہوں نے اقبال کے انہی انگریزی خطبات کا اردو ترجمہ بھی کیا۔

فکرِ اسلامی کی تشکیلِ نو میں اقبال کے انگریزی خطبات بنیادی حیثیت کے حامل ہیں اسلامی تحقیقات اور جدید فکری مسائل کو جس خوبصورتی اور دلائل کے ساتھ اس کتاب میں پیش کیا گیا وہ بے مثال ہے۔ دورِ حاضر کے مسلم فکری سرمائے میں ابھی تک "خطباتِ اقبال" سے بڑھ کر کسی کتاب کو پیش نہیں کیا جا سکتا۔ یہ کتاب اقبال کے ان انگریزی خطبات پر مشتمل ہیں جو انہوں نے 1924ء میں سیٹھ جمال کی دعوت پر مدراس میں دیے تھے۔ ابتدائیہ تین خطبے جو مابعد الطبیاتی افکار مثلاً وجود باری، علم، کشف ووجدان، قصہ آدم، جنت دوزخ، تخلیقی اور ارتقائی عمل، مذہبی تجربہ زماں ومکاں پر مشتمل تھے جبکہ بقیہ تین خطبے علی گڑھ میں دیے گئے جن کے موضوعات خودی، حیات بعد الموت، مسلم ثقافت، اسلام میں اصولِ حرکت تھے اور ساتواں خطبہ 1932ء برطانیہ میں ارسٹوٹالین سوسائٹی کے زیرِ اہتمام دیا گیا جسے بعد ازاں 1934ء میں نسخہ آکسفورڈ میں شامل کر لیا گیا تھا۔(6)

اس کتاب نے نا صرف یہ کہ اپنے عہد کو متاثر کیا بلکہ آئندہ فکر وفلسفہ پر بھی اس کے گہرے اور انمٹ اثرات نظر آتے ہیں۔ علاوہ ازیں فکرِ اسلامی کی تشکیل نو کے حوالے سے اس کتاب کو اساس کا درجہ حاصل ہے اور اقبال کی اس کتاب کے بغیر اسلامی فکر وفلسفہ کی تاریخ ادھوری رہے گی۔

اقبال کی یہ کتاب 1930ء میں اشاعت پذیر ہوئی انگریزی میں ہونے کے سبب کتاب ایک وسیع حلقے کے بجائے مختصر حلقے تک محدود تھی مگر پھر اقبال سے دیرینہ مراسم کی بدولت سید نذیر نیازی نے اس کے اردو ترجمے کا بیڑا اٹھایا اور 1930ء میں کتاب کے ترجمے کا باقاعدہ آغاز ہوا اور 1933ء میں ترجمے کا کام اختتام پذیر ہو گیا مگر خطبات کے نسخہ آکسفورڈ کے انتظار میں اس کی اشاعت عمل میں نہ آسکی اور پھر حالات ترجمے کی راہ میں ایسی سد ہو گئے کہ نیازی صاحب کا ترجمہ پاکستان بننے کے بعد 1958ء میں بزمِ اقبال کے توسط سے شائع ہو سکا۔(7)

پاکستان بننے کے بعد اقبال کے انگریزی خطبات پر چار باقاعدہ اردو تراجم ہوئے جن میں نذیر نیازی صاحب کا ترجمہ "تشکیل، جدید الٰہیاتِ اسلامیہ" اقبال کے انگریزی خطبات کا پہلا باقاعدہ اردو ترجمہ تھا جس کے نتیجے میں پہلی دفعہ اقبال کے انگریزی خطبات کے مندرجات اردو اربابِ علم کے سامنے آئے۔ خطبات کا دوسرا ترجمہ جناب شریف کنجاہی صاحب نے 1992ء "مذہبی افکار کی تعمیرِ نو" کے عنوان سے کیا۔ تیسرا ترجمہ شہزاد احمد صاحب نے 2000ء میں "اسلامی فکر کی نئی تشکیل کے عنوان" سے کیا جبکہ چوتھا ترجمہ وحید عشرت صاحب نے "تجدید فکریاتِ اسلام" کے عنوان سے 20002ء میں کیا۔

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.3, 2024

"مذہبی افکار کی تعمیرِ نو" کے عنوان سے شریف کنجاہی کی یہ کتاب جس کی طبع اول بزمِ اقبال لاہور کے تعاون سے 1992ء میں منظرِ عام پر آئی۔ جس کے اردو ترجمے کی تحریک مصنف کو ڈاکٹر محمد افضل صاحب نے دلائی(8) کیونکہ مصنف اقبال کے انگریزی خطبات کا پنجابی قالب 1977ء میں پیش کر چکے تھے۔ نیازی صاحب کا ترجمہ لسانی اعتبار سے مشکل اور زمانے کا ساتھ دینے سے قاصر نظر آتا ہے لہذا ڈاکٹر افضل نے کنجاہی صاحب کو ایک عام فہم ترجمہ کرنے کی ضرورت کی طرف متوجہ کیا(9)

اس کتاب کا ترجمہ اسی دعوی کے ساتھ منظرِ عام پر آیا کہ یہ آسان رواں اور سلیس ہے اور اس سلسلے میں کتاب کے سرورق پر یہ عبارت بہ صد اہتمام تحریر کی گئی۔ اس سلسلے میں سب سے اہم بات تو یہ ہے کہ اقبال کی مذکورہ کتاب انگریزی میں فلسفے کی کتاب ہے اور محض فلسفہ نہیں ہے بلکہ، تاریخ، معاشیات، نفسیات، حیاتیات، کیمیا، طبیعیات، ریاضی اور روحانیات جیسے بلیغ علوم سے تحقیقی، تنقیدی و تجزیاتی مطالعے اس میں پیش کیے گئے ہیں۔ لہذا کتنا عام فہم ترجمہ ہی کیوں نہ ہو ان علوم سے شدھ بدھ نہیں اچھی خاصی واقفیت درکار ہے۔(10)

اس واقفیت کے بغیر ترجمہ میں ترجمہ کی خوبی پیدا ہونا ممکن نہیں ہے۔ اس کے علاوہ اقبال کے انگریزی خطبات یا اس کے تراجم ایک عام ذہنی سطح رکھنے والوں کے لیے نہیں ہیں اور بہت تعلیم یافتہ کا تبحرِ علمی بھی اس سطح کا ہونا ضروری ہے جو اقبال کے افکار و نظریات کو سمجھنے کی اہلیت رکھتے ہوں۔

کتاب کے آغاز میں پیش لفظ کی ذیل میں مترجم نے کتاب کی وجہ تسمیہ کے ساتھ نظامِ تعلیم کے حوالے سے اس تلخ حقیقت کو بھی بیان کیا ہے جس کے نتیجے میں عربی فارسی کی تعلیم کو غیر موثر بنا کر اپنے دینی و تہذیبی ورثے سے ناآشنائی پیدا کر دی گئی۔(11) پیش لفظ کے بعد کنجاہی صاحب نے بھی اقبال کا دیباچہ پیش کیا اور پھر خطبات کا ترجمہ کیا گیا ہے۔ اقبال کے انگریزی دیباچہ سے قبل مصنف نے پیش لفظ کے عنوان سے کتاب کی وجہ تسمیہ پر روشنی ڈالتے ہوئے نذیر نیازی(اردو) احمد آرام (فارسی) اور عباس محمود (عربی) کے ترجمے سے استفادے کا بھی اظہار کیا ہے۔(12) علاوہ ازیں کنجاہی صاحب نے ہر خطبے کے آخر میں باقاعدہ حواشی و حوالہ جات کا اہتمام نہیں کیا مگر غیر روایتی انداز میں بہت مختصر حوالہ جات پیش بھی کیے ہیں جس سے تشنگی کا احساس ہوتا ہے۔ آخر میں کتابیات کی ضمن میں بھی کوئی تردد نہیں کیا گیا۔

کنجاہی صاحب نے خطبوں کے یہ عناوین منتخب کیے۔

1۔ علم اور عرفان، 2۔ کشفی دریابی اور میزانِ عقل، 3۔ خدا کیا ہے اور دعا کیا ہے، 4۔ نفسِ انسانی اس کی حریتِ عمل اور بے فنائی

5۔ اسلامی ثقافت کی روح، 6۔ اسلام میں اجتہاد، 7۔ کیا عرفانی آگاہی ممکن ہے۔

پہلے خطبے کا انگریزی عنوان "Knowledge and religious experience." ہے جس کا ترجمہ شریف کنجاہی نے "علم و عرفان" کیا۔ religious experience کا ترجمہ محض "عرفان" کرنا درست نہیں۔ دوسرے خطبے کا عنوان "The philosophical test of the revelations of religious experience" کا ترجمہ 'کشفی دریابی اور میزانِ عقل' کیا گیا ہے۔ کشف کے لغوی معنی تو پردہ اٹھانا اور کھولنا کے ہیں دریاب کے معنی مصنف نے ساتویں خطبے کے حوالہ جات میں مابعد الطبیعات لکھا ہے۔(13) تیسرے خطبے کے عنوان "the conception of God and the meaning of prayer" کا ترجمہ "خدا کیا ہے اور دعا کیا ہے" خطبے کے انگریزی عنوان میں اقبال نے 'کانسیپٹ' کا لفظ استعمال کیا ہے جس کا عام فہم معنی 'تصور' ہے اس طرح عنوان کا عام فہم ترجمہ "خدا کا تصور اور دعا کے معنی" بنتا ہے۔ چوتھے خطبے کے عنوان "The human ego his freedom and immortality" کا ترجمہ "نفسِ انسانی اس کی حریتِ عمل اور بے فنائی" کیا ہے 'بے فنائی' کی ترکیب غالباً کنجاہی صاحب نے خود وضع کی ہے اور آخری خطبے کے عنوان "Is religion possible?" کا ترجمہ "کیا عرفانی آگاہی ممکن ہے؟" کیا گیا 'عرفان' کا لفظ معرفت، آگہی شناخت اور پہچان کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ عنوان کی وضاحت کنجاہی صاحب نے ساتویں خطبے کی حواشی میں کی ہے۔ کہ مذہب کی بنیاد عرفان اور آگہی پر ہے۔(14) اس لیے انہوں نے اس خطبے کا یہ عنوان

تجویز کیاہے۔جو کہ ایک دور کے خیال پر قائم کیا گیا۔ جبکہ اقبال نے انگریزی میں 'ریلیجن 'کالفظ استعمال کیاہے جس کے لیے اردو میں مذہب کالفظ ہی رائج ہے۔ تو مروجہ الفاظ کااستعمال زیادہ بہتر تھا۔ کیونکہ بمطابق ترجمہ کے اصول اردو میں کسی انگریزی لفظ کے لیے پہلے سے ہی کوئی لفظ مستعمل ہے تو نیالفظ نہ گھڑا جائے۔(15)

کنجاہی صاحب اردو ترجمے سے قبل پنجابی ترجمہ کر چکے تھے۔لہذا کتاب کا اردو ترجمہ کرتے ہوئے وہ اپنے پنجابی ترجمے کو نظر انداز نہیں کر سکے۔اس کے علاوہ انہوں نے بہت سے ایسے الفاظ کا بھی استعمال کیاجو عام طور پر اردو میں مستعمل نہیں ہے جس سے رواں اور سلیس کا دعوی باطل ہو جاتا ہے۔

ص21، گریباں گیر، ص53، چگونگی ، ص64، پابرکابی، ص85، ٹکان ، ص88، مول ایگو، ص92، پرکھنہار، ص93، جانن ہار، ص129، اندامیہ ، ص130، میدان ماریوں ، ص133، ہونیوں، ص136، جگت ناس، انسانی انند، ص138، بخشنہار، ص139، بازخیزی، ص153، روح مابی، اٹیم واد ، ص154، ادراجی فارمولا، ص169، بالیدنی، ص173، بے مزہ موشگافیوں، ص178، ریشہ گیر ، ص205، انتکشاف، ص206، دریابی، ص212، مالامالی، نابغے ، تحریرچے وغیرہ درج بالاوہ الفاظ ہیں جن کا استعمال مصنف نے ترجمے کے دوران آسان عام فہم اور سلیس ترجمے کی ذیل میں برتے ہیں۔

اس کے علاوہ ترجمے سے بھی بہت سی مثالیں دی جاسکتی ہیں جن پر پنجابی اور سنسکرت کی چھاپ ملتی ہے۔

"۔۔۔مذہب محض ایک گھڑت ہے جس کو انسان کی ان راندی ہوئی اکساہٹوں نے جنم دیا ہے تاکہ ان کو آزاد اور بے روک گھوم گشت کے لیے ایک پرستان سامل جائے۔" (ص38)

"ایک فرد کی جیون کتھا مجموعی طور پر یک تنی ہوتی ہے نہ کہ ان مل بے جوڑ ہونیوں کا سلسلہ کائنات کی سلسلہ کاری۔۔۔"(ص70)

"۔۔۔کائنات کی چگونگی کے مختلف خدوخال کی وضاحت کریں۔"(ص83)

"۔۔۔انائے مطلق یعنی مول ایگو سے ایگو ہی پھوٹتے ہیں۔۔۔مادے کی کل روپی حرکت۔۔۔(ص88)

"۔۔۔نفس کے دو پہلوؤں میں تفریق کی تھی۔ ایک کو کرنہار اور دوسرے کو پرکھنہار جس کی زندگی۔۔۔"(ص92)

"ذہنی اور مادی شدنیاں دونوں ہی یوں تو پابندِ زمان ہیں۔ لیکن ایگو کا کال پاٹ مادی شدنی کے کال پاٹ سے بنیادی طور پر مختلف ہے۔"(ص117) حاشیہ میں مترجم نے کال پاٹ کے لیے Princapel of logic کا استعمال کیا ہے۔(ص143)

"۔۔وہ انائے مطلق جو ہر ابھرنہار کا ابھارنہار ہے۔"(ص125)

"۔۔۔جس نے کسی طرح اپنے عارضی من پرچاوے کے لیے مادی چولا پہن لیا ہوا ہے۔۔۔"(ص131)

"۔۔۔یہ گویا عمل کی بنی بنائی راہیں، چونیں اور تولیں مہیا کر کے ہر آدمی کو سوچنے اور چننے کی زحمت سے بچالینے کا ایک طریقہ ہے۔"(ص146)

"تفاعل کا تصور کائنات۔۔۔۔۔یکحال کو بدلنہار بنادیتا ہے اور کائنات کو 'ہے' نہیں 'ہو جانے' کے طور پر دیکھتا ہے "(ص154)

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.3, 2024

"اس ادراک کا انحصار آفاقی ہونیوں۔۔۔۔۔کسی قوم کے قدم انداز ہونے پر ہے۔"(ص161)

اقبال نے خطبات میں جو مباحث پیش کیے ہیں وہ زیادہ تر مابعد الطبیات پر مشتمل ہیں اقبال نے اپنے ان مباحث میں دلیل کے طور پر قرآنی آیات سے حوالے پیش کیے ہیں جس سے ان کی قرآن میں بصیرت کا اندازہ لگایا جا سکتا۔ اقبال نے انگریزی متن میں جے۔ایم راڈویل کے ترجمے سے استفادہ کیا ہے۔(16)

اقبال کے انگریزی خطبات کے تراجم اور تدوین وتصحیح کے ضمن میں قرآنی آیات کے مآخذ و حوالہ جات کے ساتھ انگریزی متن کا عربی متن سے موازنے کا کام بھی کیے جانے کا متقاضی تھا مگر محققین و مترجمین نے اس پر خاطر خواہ توجہ نہیں دی۔

کنجاہی صاحب نے بھی آیات کا صرف اردو ترجمہ دیا اور آیات کے نمبر دیے قرآنی سورتوں کے نام انہوں نے کہیں پر دیے ہیں اور کہیں پر نہیں۔ اس کے علاوہ ایک قابلِ ذکر بات یہ کہ کنجاہی صاحب نے انگریزی متن میں دیے جانے والی قرآنی آیات کے ترجمے کے لیے کس ترجمے سے استفادہ کیا اس کا کوئی تذکرہ ہی موجود نہیں۔ غالب گمان ہے کہ شریف کنجاہی نے قرآنِ حکیم کا جو پنجابی ترجمہ کیا ہے اس ضمن میں اسی سے استفادہ کیا ہے۔ ذیل میں چند قرآنی آیات کا جائزہ لیا گیا ہے۔

"ہم نے اپنی امانت آسمانوں کو۔۔۔۔۔انسان نے اسے اٹھا لیا تو لیا لیکن وہ ظلوم اور جہول نکلا۔۔۔"(33:72)(ص24)

یہ آیت سورہ احزاب کی آیت 72 ہے جس میں مترجم نے "ظلوم وجہول" کے الفاظ استعمال کیے گو کہ اس کے معنی تو ظالم و جاہل ہی کے ہیں جبکہ بڑے بڑے جید عالموں نے یہاں ظالم اور جاہل کے الفاظ استعمال کیے ہیں جس سے ترجمہ سادہ آسان اور رواں ہے جو ایک عام ذہنی سطح رکھنے والا قاری بھی سمجھ سکتا ہے۔

مثال کے طور پر جونا گڑھی نے اس کا ترجمہ "ظالم وجاہل" ہی کیا۔ تقی عثمانی صاحب نے "ظالم اور نادان"، احمد رضا خا بریلوی کے ہاں "مشقت میں ڈالنے والا نادان" امین اصلاحی صاحب نے "ظلم کرنے والا اور جذبات سے مغلوب ہونے والا" طاہر القادری صاحب

نے "بے خبر اور نادان" اور مودودی صاحب نے بھی "ظالم وجاہل" ترجمہ کیا۔ ان مثالوں سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ شعوری طور مصنف نے اپنے ترجمے کو دوسروں سے مختلف کرنے کی کوشش کی ہے۔

"اور توکل کرو اسی جیونہار پر جسے مرنا نہیں ہے۔۔۔۔۔"(25:59)(ص64)
خطبہ میں مترجم نے دو آیتوں کا متصل ترجمہ دیا ہے۔ جس میں پہلی اہم بات تو یہ ہے کہ یہ سورۃ فرقان کی دو آیات 58،59 کا ترجمہ ہے مگر مترجم نے صرف آیت نمبر 59 ہی دیا ہے 58 کا نمبر درج نہیں کیا دوسری اہم بات یہ کہ آیت 58 میں اللہ تعالی کے لیے "ہمیشہ زندہ رہنے والے" کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں جبکہ مترجم نے اس کے لیے "جیونہار" جو کہ ہندی لفظ ہے استعمال کیا جبکہ ترجمہ اردو میں کیا گیا ہے تو اس میں کسی دوسری زبان کی پیوند کاری مناسب نہیں ۔ علاوہ ازیں معنی کا جو تاثر "ہمیشہ زندہ رہنے والے" کے الفاظ سے پیدا ہو رہا ہے وہ مترجم کے ترجمے میں مفقود ہے۔

"اور یہ وہی ہے جس نے رات بنائی۔۔۔۔۔جو اس سے پند لینا چاہے یا اس پر اللہ کا شکر گزار ہونا چاہے۔(ص71)

"اور بلاشبہ پاپانی تو تیرے رب ہی کی طرف ہے۔"(ص73)

'پند' نصیحت اور 'پایانی' ہیشگی ترجمے کے عمل میں مترجم کو ایسے الفاظ کا انتخاب کرنا چاہیے جو کہ معنی کے اعتبار سے مخصوص ہوں جو معنی کی نوعیت اور کیفیت کو اجاگر کرنے کی صلاحیت رکھتے ہوں۔ گویا الفاظ و معنی کی مطابقت خیال کے جسم پر الفاظ کا لباس پہنانا ہے(17)

"نیکوکار ایک دوسرے کو کاسے دیں گے جن کو پی کر وہ نہ ایک دوسرے سے الجھیں گے اور نہ گناہ کی طرف مائل ہوں گے۔(52:22)"(ص100)

اول تو مترجم نے اس آیت کا نمبر 22 درج کیا ہے جبکہ سورہ طور کی یہ آیت 23 ہے۔ 'کاسا' کا لفظ عربی متن سے جوں کا توں لے لیا گیا ہے۔ اس آیت کے لفظی مطلب ترجمہ میں 'کاسا' بمعنی 'شراب کا جام' کیا گیا ہے۔ اردو میں یہ لفظ فارسی الاصل اور کثیر المعنی ہے اردو میں عام طور پر یہ لفظ کشکول یا بھیک کے ٹھیکرے کے معنی میں مستعمل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قاری کا ذہن سب سے پہلے انہی معنوں کی طرف متوجہ ہو گا اور خاص معنوں کے لیے اسے تردد کرنا پڑے گا جو ترجمہ میں روانی کے عمل کو متاثر کرے گا۔ لوکس کی رائے میں اظہار مطلب کے لیے صحیح الفاظ کا انتخاب ضروری ہے(18)

"ایک دوسرے کے عدو ہونے کی نشیب میں اتر جاؤ"(2:36)(ص104)

تیسرے خطبے میں قصہ آدم و ابلیس کی ذیل میں اقبال نے قرآن اور عہد نامہ عتیق کی روایات کا تجزیہ بھی پیش کیا ہے اسی ضمن میں انہوں نے قرآن حکیم سے جو آیات پیش کی انہی میں سے سورہ بقرہ کی آیت 362 کا یہ ترجمہ ہے ۔ کنجاہی صاحب کا ترجمہ قابلِ فہم نہیں ہے اور ان خاص معنی کی ادائیگی کے لیے ان کے ترجمہ میں الفاظ کے لیے تگ و دو کا عنصر مفقود ہے۔

جوناگڑھی نے اس کا ترجمہ "اتر جاؤ!تم ایک دوسرے کے دشمن ہو" کیا۔ تقی عثمانی صاحب نے "اب تم سب یہاں سے اتر جاؤ، تم ایک دوسرے کے دشمن ہو گے"، احمد رضا خا بریلوی کے ہاں "نیچے اترو آپس میں ایک تمہارا دوسرے کا دشمن" امین اصلاحی صاحب نے "اترو!تم ایک دوسرے کے دشمن ہو گے" طاہر القادری صاحب نے "تم نیچے اتر جاؤ ،تم ایک دوسرے کے دشمن رہو گے" اور مودودی صاحب نے "اب تم سب یہاں سے اتر جاؤ، تم ایک دوسرے کے دشمن ہو" ترجمہ کیا۔ اس ضمن میں سب سے آسان اور قابلِ فہم ترجمہ مودودی صاحب کا ہے۔

--------وہ جس نے موت اور حیات کو پیدا کیا تاکہ تمہاری جانچ کرے

--------وہ صاحبِ اقتدار لیکن بخشنہار بھی ہے۔(سورہ الملک: 2،1)(ص138)

کنجاہی صاحب نے عربی متن کے ترجمہ کے بجائے اس کا مفہوم دیا ہے اس کے علاوہ انہوں نے آیات اور سورہ کے نام درج کرنے میں بھی کسی ترتیب کا خیال نہیں کیا کہیں سورہ کا نام درج کیا ہے تو کہیں نمبر۔ اور سورہ اور آیت کی ترتیب یکساں نہیں ہے۔ کہیں سورہ کا نام پہلے ہے اور کہیں آیت کا نام پہلے درج کیا گیا ہے جو قاری کو الجھن میں مبتلا کرتا ہے۔

اقبال نے اپنے خطبات میں اپنے نظریات کے حق میں قرآن حکیم ،حدیث اور تاریخ سے دلائل دینے کے علاوہ علم و ادب کے ہر شعبے سے استفادہ کیا گیا ہے۔ اسی ضمن میں اقبال نے خطبات میں دوسرے، تیسرے، چوتھے، اور ساتویں خطبے میں فارسی اشعار پیش کیے ہیں اور ان کا انگریزی ترجمہ بھی دیا ہے نذیر نیازی صاحب نے بھی فارسی اشعار کے بعد اقبال کے دیے گئے انگریزی ترجمہ کو اردو میں ترجمہ کر دیا جبکہ شریف کنجاہی نے بھی ایسا ہی کیا ہے۔ اسی طرح اقبال نے جرمن شاعر گوئٹے، ترک شاعر ضیاء گوکلپ کے اشعار کا انگریزی ترجمہ دیا ہے اسے بھی لفظی تبدیلی کے ساتھ ترجمہ کر دیا گیا ہے۔ اس ضمن میں یقیناً مترجمین نے ترجمہ کا کام خود انجام دیا ہے کیونکہ مترجم خود بھی انتہائی عالم و فاضل شخصیات ہیں۔ اور شریف کنجاہی تو خود شاعر بھی رہے۔ ساتویں خطبے میں رومی کے فارسی اشعار کی ذیل میں اقبال نے تھادانی کے ترجمے سے استفادہ کیا ہے۔ نیازی صاحب

نے اپنے ترجمے کے حواشی میں اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا کہ اقبال نے جو رومی کے یہ اشعار تحریر کیے ہیں مثنوی رومی میں اشعار کی اس ترتیب کا کوئی قطعہ موجود نہیں غالباً اقبال نے رومی کے مختلف اشعار کا آزاد ترجمہ کیا ہے۔(19) نذیر نیازی اور شریف کنجاہی ہر دو نے ان اشعار کا اردو ترجمہ نہیں دیا جبکہ اقبال نے اس کا انگریزی ترجمہ دیا ہے۔

ساتویں خطبے کا اختتام اقبال نے جاوید نامہ (تمہید زمینی) کے اشعار کے انگریزی ترجمہ پر کیا ہے نذیر نیازی اور شریف کنجاہی نے اس کا بھی اردو ترجمہ نہیں کیا خطبات پر اعتراضات کے ضمن میں عربی اور فارسی کی اصطلاحات اور الفاظ کے استعمال پر انگلی اٹھائی جاتی ہے مگر جب فارسی اشعار بغیر ترجمہ کے دیے جائیں تو اس مشکل میں اور اضافہ ہو جاتا ہے کیونکہ نئی نسل تو اب اس زبان سے بالکل ہی ناواقف ہے اور ان کے لیے تفہیم کا مرحلہ زیادہ گھمبیر ہو جاتا ہے اگر خطبے کے اختتامی اشعار کا اردو ترجمہ دے دیا جاتا تو یہ بات سمجھنے میں آسانی ہو جاتی کہ اس سے اقبال کا مطمع نظر کیا تھا۔

شریف کنجاہی کے کیے گئے اردو ترجمہ کی نسبت پنجابی ترجمہ زیادہ معروف ہوا جس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اکادمی ادبیات پاکستان کی طرف سے ایک مختصر کتابی سلسلہ "پاکستانی ادب کے معمار" کے نام سے جاری ہے اسی ذیل میں جناب زاہد حسین صاحب نے "شریف کنجاہی: شخصیت اور فن" کے عنوان سے جو تحقیقی کتاب پیش کی اس میں خطبات اقبال کے اردو ترجمے کا سرسری ذکر تو کیا مگر مزید تبصرے سے گریز کیا جو تحقیق نگار کی کم علمی کی دلیل ہونے کے ساتھ ترجمے کا اپنی ذاتی حیثیت میں اہم نہ ہونے کی بھی دلیل ہے تحقیق نگار نے اپنی مذکورہ کتاب میں ص 177 پر اقبال کی دو کتابوں 'علم الاقتصاد' اور 'خطباتِ اقبال' پر جو تحقیق پیش کی گئی اس میں اردو خطبات کا نہیں بلکہ پنجابی خطبات پر اپنی رائے کا اظہار کیا ہے اعتراض پنجابی خطبات پر رائے دینے پر نہیں بلکہ اردو خطبات سے لاعلمی پر ہے۔ اسی بات سے خطبات کے اردو ترجمے کی قدر و قیمت کا اندازہ ہو جاتا ہے۔ کیونکہ کنجاہی صاحب کا پنجابی ترجمہ شاید اس ذیل میں واحد کوشش ہے اس لیے اسے اہم قرار دیا گیا۔ علاوہ ازیں وکیپیڈیا، ریختہ اور دوسرے برقی صفحات پر بھی شریف کنجاہی کے اردو ترجمے کا ذکر نہیں ملتا۔

ہر خطبے کا اختتام پر مختصر حواشی کا اہتمام کیا گیا ہے تصریحات سے گریز کیا گیا اس کے علاوہ اقبال نے خطبات میں جہاں قرانی آیات کا حوالہ دیا ہے مصنف نے ان کا اردو ترجمہ ہی دیا ہے۔ اصطلاحات کے ضمن میں انہوں نے انگریزی الفاظ کا کم سے کم استعمال کیا ہے۔ مجموعی طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ ترجمہ بہترین نہیں مگر بہترین کی طرف ایک بہتر قدم ضرور ہے جس پر ابھی کام کرنے کی ضرورت ہے۔

اسلوب کے اعتبار سے کتاب ایک منفرد حیثیت کی حامل ہے۔ اسلوب مصنف کی شخصیت کی پہچان کے ساتھ اس کے عہد کا بھی عکس ہوتا ہے۔(20) کنجاہی صاحب پنجاب میں پیدا ہوئے اس علاقے کی خوبو ان کی شخصیت کے ساتھ ساتھ ان کے قلم میں بھی رچ بس گئی شاید اسی لیے ان کی اردو تحریر میں بھی اسی مٹی کی خوشبو آتی یہ ان کی سائیکی کا ایک اہم جز ہے۔ جس سے گریز ان کے لیے ناممکن تھا۔ اردو ترجمہ سے قطع نظر کتاب اپنے پنجابی اسلوب کے ساتھ ایک نئے انداز و آہنگ کا مزہ دیتی ہے۔ اقبال کے انگریزی خطبات کے حوالے سے جو گنتی کے اردو تراجم ہوئے ان میں یہ کتاب اہمیت کی حامل ہے۔

حوالہ جات

1۔ ظہور احمد قریشی، ''فنِ ترجمہ نگاری''، (دہلی، کلاسیک آرٹ، 2006ء)، ص 2

2۔ ایضاً 29

3۔ نثار احمد قریشی، ''ترجمہ روایت اور فن''، (اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان اردو، 1985ء)، ص 41

4۔ حامد حسن قادری، ''داستان تاریخ اردو''، (دہلی، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، 2007ء)، ص 195

5۔ زاہد حسین، ''شریف کنجاہی: شخصیت اور فن''، (اسلام آباد، اکادمی ادبیات، 2006ء)، ص 12

6۔ جاوید اقبال، ڈاکٹر، ''زندہ رود''، (لاہور، سنگِ میل پبلی کیشنز، یک جلدی ایڈیشن 2014ء)، ص434

7۔ نذیر نیازی، سید، ''تشکیلِ جدید الہیاتِ اسلامیہ''طبع پنجم (بسلسلہ گولڈن جوبلی)، (لاہور، بزم اقبال، 2000ء)، ص10، 12

8۔ شریف کنجاہی، ڈاکٹر، ''مذہبی افکار کی تعمیرِ نو''، (لاہور، بزمِ اقبال، 2015ء)، ص7

9۔ ایضاً، ص7

10۔ عبداللہ، سید، ڈاکٹر، ''متعلقاتِ خطباتِ اقبال''، (لاہور، اقبال اکادمی، 1977ء)، دیباچہ د، ش

11۔ شریف کنجاہی، ڈاکٹر، ''مذہبی افکار کی تعمیرِ نو''، (لاہور، بزمِ اقبال، 2015ء)، ص7

12۔ ایضاً، ص8

13۔ ایضاً، ص223

14۔ ایضاً،

15۔ نثار احمد قریشی، ''ترجمہ روایت اور فن''، (اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان اردو، 1985ء)، ص19

16۔ محمود علی انجم، ڈاکٹر، ''اقبال کی انگریزی نثر میں قرآنی آیات کے تراجم''(جلد دوم)، (لاہور، نورِذات پبلشرز2020)، ص45

17۔ عابد علی عابد، سید، ''انتقاد''، (لاہور، ادارہ فروغِ اردو، 1956ء)، ص201

18۔ عابد علی عابد، سید، ''اسلوب''، (علی گڑھ (بھارت)، ایجوکیشنل بک ہاؤس، 1976ء)، ص81

19۔ نذیر نیازی، سید، ''تشکیلِ جدید الہیات اسلامیہ''طبع پنجم (بسلسلہ گولڈن جوبلی)(لاہور، بزم اقبال، 2000ء)، ص286

20۔ طارق سعید، ''اسلوب اور اسلوبیات''، دہلی، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، 1996ء)، ص28، 29